السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا اسلام نے عورتوں کو تمام سیاسی حقوق مثلاً الیکشن لڑنے، ووٹ ڈالنے، پارلیمنٹ، اسمبلی یا کونسل کی ممبر بننے اور اس طرح کی دوسری سیاسی سرگرمیوں سے محروم کردیا ہے۔ کیا اسلام کی نظر میں عورتوں کے لیے اس طرح کی سیاسی سرگرمیاں ناجائز ہیں؟ یا مردوں کی طرح انھیں بھی یہ حقوق حاصل ہیں؟ ویسے عام طور پر ہمارے معاشرے میں یہ ذہن بنا ہوا ہے کہ اس طرح کی سیاسی سرگرمیاں عورتوں کے لیے بالکل حرام ہے۔ ہمیں اپنے سوال کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب چاہیے۔ ہمیں معلوم کرنا ہے کہ اس سلسلے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

حرام وحلال اور جائز وناجائز کے سلسلے میں اسلامی شریعت کی دواُصولی باتیں ہمیشہ ذہن نشین رہنی چاہییں:

1۔ پہلی بات یہ کہ اصولی طور پر دنیا کی ہر چیز حلال ہے سوائے اس کے جس اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہو۔ کسی حلال چیز کو حلال ثابت کرنے کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ اُصولی طور پر تمام چیزیں حلال ہیں۔ البتہ کسی چیز کو حرام ثابت کرنے کے لیے قرآن وحدیث کی واضح اور صریح دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔

2۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی واضح اور صریح دلیل کے بغیر کسی بھی چیز کو حرام قرار نہیں دیا جاسکتا۔ حرام وہی چیز ہے جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہو اور اس کی صراحت قرآن وحدیث میں موجود ہو۔ کسی بندے کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اپنی سمجھ اور دانش کے مطابق کسی چیز کو حرام قرار دے۔

اسلامی شریعت کے ان اصولوں کی روشنی میں آپ کے سوال کے سلسلے میں ہمیں دیکھنا ہوگا کہ کیا قرآن وحدیث میں کوئی ایسی واضح اور صریح دلیل موجود ہے، جو عورتوں کو سیاسی حقوق اور سرگرمیوں سے محروم کردے۔ آپ پورے قرآن کو خوب سمجھ سمجھ کر پڑھ جائیے اور تمام صحیح حدیثوں کا تفصیلی مطالعہ کرجائیے مجھے یقین کامل ہے کہ قرآن وحدیث میں آپ کو ایک بھی ایسی دلیل نہیں ملے گی جس کی بنیاد پر عورتوں کو ان کے سیاسی حقوق سے محروم کیا جاسکے۔ بلکہ اس کے برعکس آپ اگر قرآن وحدیث کی عمومی تعلیمات پر غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ عورتوں کو ان کے سیاسی حقوق سے محروم کردینا نہ صرف یہ کہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ مسلم معاشرے پر اس کے برے نتائج مرتب ہوسکتے ہیں۔

اگر آپ قرآن وحدیث کی تعلیمات پر غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مردوں کو فرائض وواجبات ادا کرنے کا مکلف بنایا ہے، اسی طرح عورتیں بھی فرائض وواجبات ادا کرنے کی مکلف بنایا ہے، اسی طرح عورتیں بھی فرائض وواجبات ادا کرنے کی مکلف ہیں۔ اس معاملے میں دونوں برابر ہیں۔ چنانچہ مردوں کی طرح عورتوں پر بھی فرض ہے کہ پانچ وقت کی نماز ادا کریں، روزہ رکھیں، اقامت دین کے لیے جدوجہد کریں، حرام چیزوں سے اجتناب کریں، حلال رزق کھائیں، بھلائیوں کا حکم دیں اور برائیوں سے روکیں وغیرہ وغیرہ۔ ان فرائض وواجبات میں مرد اور عورت برابر برابر کے شریک ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا ہے:

بَعضُكُم مِن بَعضٍ

"تم دونوں ایک دوسرے کا حصہ اور شریک ہو"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"اِنَّمَا النِّساءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ"

"عورتیں مردوں کی شریک ہیں"

اور قرآن نے جہاں جہاں "یٰاَیُّھَا النَّاسُ" اور "یٰاَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا" (اے لوگو! یا اے ایمان والو) کہہ کر مخاطب کیا ہے، وہاں مردوں کی طرح عورتیں بھی مخاطب ہیں۔ اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔

قرآن نے مردوں اور عورتوں کو بیک وقت یہ حکم دیا ہے کہ دونوں مل جل کر معاشرے کی اصلاح کریں۔ برائیوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں اور نیکیوں کو عام کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالمُؤمِنونَ وَالمُؤمِنـٰتُ بَعضُهُم أَولِياءُ بَعضٍ يَأمُرونَ بِالمَعروفِ وَيَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ وَيُقيمونَ الصَّلوٰةَ وَيُؤتونَ الزَّكوٰةَ وَيُطيعونَ اللَّهَ وَرَسولَهُ أُولـٰئِكَ سَيَرحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزيزٌ حَكيمٌ ﴿٧١﴾... سورة التوبة

"مومن مرد وعورت آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار ومعاون اور) دوست ہیں، وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، نمازوں کو پابندی سے بجالاتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ کی اور اس کے رسول کی

"بات مانتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا بیشک اللہ غلبے والا حکمت والا ہے

اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے منافق مرداور منافق عورتوں کی صفت بیان کی ہے کہ منافق مرد کی طرح منافق عورتیں بھی مل جل کر معاشرے میں فساد اور برائیاں پھیلانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اس لیے مومن عورتوں کو بھی چاہیے کہ مومن عورتوں کے ساتھ مل کر معاشرے میں اصلاح اور بھلائی کے کام میں لگ جائیں۔ تاریخی حقائق سے پتا چلتا ہے کہ اللہ کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کے عہد کی عورتوں نے بھی اپنی ان ذمے داریوں کو بخوبی انجام دیا ہے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت اور موافقت میں سب سے پہلی آواز جو بلند ہوئی تھی وہ ان کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آواز تھی۔ اسلام کی سربلندی کی راہ میں سب سے پہلی شہید ہونے والی خاتون حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ متعدد صحابیات نے جنگوں اور غزوات میں شرکت کی اور وقت پڑنے پر تلوار بھی اٹھائی اور جنگ میں مشرکین وکفار کو قتل کیا۔ اسلام کی نشر واشاعت کے سلسلے میں جو ہجرت ہوتی تھی اس میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شریک تھیں۔

آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ بعض ایسے فرائض ہیں جو صرف عورتوں کے لیے خاص ہیں اور بعض ایسے ہیں جو صرف مردوں کے لیے خاص ہیں۔ لیکن عورتوں کے ساتھ صرف وہی فرائض خاص ہیں۔ جنھیں اپنی جسمانی ساخت کی وجہ سے صرف عورتوں ہی انجام دے سکتی ہیں مثلاً حیض ونفاس یا حمل اور ولادت سے متعلق فرائض واحکام اور مردوں کے ساتھ صرف وہی فرائض خاص ہیں، جنھیں اپنی جسمانی ساخت کی وجہ سے صرف مرد ہی انجام دے سکتے ہیں، مثلاً نان ونفقہ کی ذمہ داری وغیرہ۔ جو فرائض عورتوں کے ساتھ خاص ہیں اور وہ فرائض جو مردوں کے ساتھ خاص ہیں ان سب کی تفصیل قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ اب کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اور اپنی سمجھ کے مطابق عورتوں یا مردوں کے لیے، کسی فرض کو خاص کردے۔ چونکہ سیاسی حقوق سے متعلق فرائض واحکام قرآن وحدیث میں صرف مردوں کے ساتھ خاص نہیں کیے گئے ہیں، اس لیے ہمارے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ ہم ان سیاسی حقوق کو مردوں کے ساتھ خاص کرکے عورتوں کو ان سے محروم کردیں۔ اور ہم پہلے ہی عرض کرچکے ہیں کہ کسی چیز کو حرام قرار دینے کے لیے قرآن وحدیث کی واضح اور صریح دلیل ضروری ہے۔ عورتوں پر سیاسی حقوق کو حرام قرار دینے کے لیے قرآن وحدیث میں کوئی بھی صریح اور واضح دلیل نہیں ہے۔ البتہ چند ضعیف احادیث ہیں لیکن اُن کی بنیاد پر ایک حلال چیز کو حرام نہیں کیا جاسکتا۔ خاص کر ایسے معاملے میں جس کا تعلق پورے معاشرے کے نفع ونقصان سے ہو۔ یہ بڑے ستم کی بات ہوگی کہ ایک ضعیف حدیث پر عمل کرکے پورے مسلم معاشرہ کو نقصان پہنچایا جائے۔ ضعیف حدیث کے علاوہ چند قرآنی آیات اور صحیح حدیثیں ہیں لیکن ان کی تفسیر اور تشریح میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس لیے مختلف فیہ تفسیر کے ذریعہ کسی شے کو حرام قرار دینا کسی صورت مناسب بات نہیں ہے۔

کسی چیز کو حرام وحلال قرار دینے کے لیے قرآن وحدیث کی واضح اور صریح دلیل کے علاوہ ایک اور چیز کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ ہے زمانے کے حالات اور ماحول کی رعایت۔ چنانچہ فقہاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ زمانے کے بدلنے، حالات کے مختلف ہونے اور ماحول کے بدلنے سے فتوے بھی بدل جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے کا زمانہ آج کی اکیسویں صدی سے بالکل مختلف تھا۔ دونوں زمانے کے حالات مختلف ہیں۔ اسی طرح مسلم ملک کا جو ماحول ہوتا ہے کسی کافر ملک کے ماحول سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ حالات کی ان تبدیلیوں سے فتوے بھی تبدیل ہوجاتے ہیں۔ اس بات پر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کا بھی عمل رہا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے آغاز میں ماحول اور ضروریات کے لحاظ سے ایک حکم دیا اور جب ہجرت کے بعد اسلام طاقت ور ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حکم سے بالکل مختلف حکم صادر فرمایا۔ یہی رویہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کا بھی تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری اسلامی شریعت اسی وجہ سے سب سے عمدہ اور بہترین شریعت ہے کہ اس میں اس بات کی گنجائش ہے کہ زمانہ اور ماحول کے لحاظ سے احکام تبدیل ہوسکیں۔

ایک اور بات ذہن میں رکھنی چاہیے۔ وہ یہ کہ دور حاضر کے سیکولر حضرات عورتوں کے مسائل میں خصوصی دلچسپی اور جوش وولولہ دکھانے گئے ہیں۔ انھیں ذرا بھی عورتوں کی حق تلفی کا علم ہوتا ہے تو اپنے سارے ہتھیار لے کر میدان میں کود پڑتے ہیں اور حق تلفی کرنے والوں کے خلاف برسر پیکار ہوجاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسلم امت نے اپنی عورتوں کے ساتھ بڑی زیادتیاں اور حق تلفیاں کی ہیں۔ انھیں مختلف فتنوں کے ڈر سے تعلیم میں پیچھے رکھا۔ انھیں گھر کے اندر قید کردیا اور ان پر بے جا پابندیاں عائد کردیں۔ جب یہ سیکولر حضرات مسلم عورتوں کی یہ زبوں حالی اور پسماندگی دیکھتے ہیں تو انھیں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف زہر اگلنے کا بڑا اچھا موقع ہاتھ آجاتا ہے۔ اور یہ کہتے نہیں تھکتے کہ اسلام عورتوں کا دشمن ہے، اور جو رویہ ہم اپنی عورتوں کے ساتھ اختیار کرتے ہیں اسے دیکھ کر دنیا والے بھی فوراً یقین کرلیتے ہیں کہ واقعی اس لیے میں اپنی اُمت کے عالموں اور دانشوروں سے گزارش کروں گا کہ وہ اس معاملہ کو سنجیدگی سے لیں۔ جو غلطیاں پہلے ہوچکی ہیں ان کی تلافی کریں۔ بہت سارے ایسے میدان ہیں جن کے بارے میں قرآن وحدیث کا صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے ہم اپنی عورتوں کو ان سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان میں ایک سیاست کا میدان ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اس سلسلے میں قرآن وسنت کا صحیح حکم معلوم کریں تاکہ دوبارہ ایسی غلطی نہ ہو، جس سے ہماری امت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے اور ہم سوائے پچھتانے کے اور کچھ نہ کرسکیں۔

آپ یقین کریں کہ قرآن اور صحیح حدیثوں میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو عورتوں کو سیاسی حقوق استعمال کرنے اور سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے روکتی ہو۔ آج کا جو سیاسی سسٹم ہے اس میں عورتیں ووٹ دینے کا حق استعمال کرسکتی ہیں، پارلیمنٹ، اسمبلی اور شوریٰ کی ممبر بن سکتی ہیں[1] اور حکومت کو سیاسی مشورے دے سکتی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ عام طور پر مسلمانوں کا ذہن میری اس رائے کو قبول نہیں کرے گا کیونکہ عورت کا سیاست میں حصہ لینا ان کے نزدیک گناہ عظیم ہے۔ لیکن جیسا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ کسی بھی معاملے کو حرام اور گناہ قرار دینے کے لیے قرآن وحدیث کی واضح اور صریح دلیل ضروری ہے۔ محض اس وجہ سے کوئی چیز حرام نہیں ہوسکتی کہ ہمارا ذہن اسے قبول نہیں کر رہا ہے۔

آئیے دیکھتے ہیں کہ ہمارے علماء عورتوں کو سیاسی حقوق سے محروم کرنے کے لیے کون سے دلائل پش کرتے ہیں اور کیا واقعی یہ دلائل قابل قبول ہیں؟

1۔ ان کی پہلی دلیل قرآن کا یہ حکم ہے :

وَقَرنَ فِی بُیُوتِکُنَّ

"اور اپنے گھروں ہی میں رہا کرو"

اس آیت کی روشنی میں عورتوں کا بلاوجہ گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عورتوں کو سیاسی حقوق سے محروم کرنے کے لیے یہ دلیل ناقابلِ قبول ہے اس لیے کہ:

(الف)۔ سیاق وسباق سے واضح ہے کہ اس حکم کی مخاطب عام عورتیں نہیں بلکہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں۔ اسی سیاق وسباق کی ابتدا میں اللہ ان سے فرماتا ہے کہ:

یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ لَستُنَّ کَاَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ

"اے نبی کی بیویو! تم کسی عام عورت کی طرح نہیں ہو"

اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو جو رتبہ و منزلت حاصل ہے اس کا لازمی تقاضا ہے کہ ان کا رہن سہن عام عورتوں کی طرح نہ ہو۔ اسی بنا پر انھیں حکم دیا گیا کہ ان کا زیادہ وقت گھروں میں گزرے۔

ب)۔ اس حکم کے باوجود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنگ جمل کے موقع پر گھر سے باہر بلکہ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئیں اور انھوں نے پوری فوج کی قیادت کی۔ معلوم ہوا کہ دینی واجبات کی ادائی کی خاطر گھر سے باہر نکلنا بھی ایک دینی فریضہ ہے۔

ج)۔ اس حکم کے باوجود ایسا نہیں ہے کہ عورتیں گھر کے اندر مقید رہتی ہیں۔ علماء نے انھیں مختلف ضروریات کی تکمیل کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔ اور عورتیں ان ضروریات کی تکمیل کے لیے نکلتی ہیں۔ پھر آخر سیاسی واجبات کی ادائیگی کے لیے انھیں گھر سے نکلنے سے کیوں محروم کیا جارہا ہے۔

د)۔ گھر کے اندر ہی رہنا اور گھر سے باہر قدم نہ نکالنا تو ایک سزا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زنا کار عورت کے لیے تجویز کیا تھا۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے سورہ نساء کے حوالے سے عرض کرچکے ہیں۔ اگر ہم نے تمام عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت سے محروم کردیا تو گویا ہم انہیں زنا کار عورت کی سزا دے رہے ہیں۔

ہ)۔ صورت حال یہ ہے کہ سیاسی میدان سے دین دار قسم کی عورتیں غائب ہوچکی ہیں اور ان کی جگہ وہ عورتیں اس میدان میں ہیں جنھیں اسلام اور مسلمانوں کی ترقی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ظاہر ہے اس قسم کی دنیادار عورتیں پارلیمنٹ میں جاکر اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے لیے کوئی کام نہیں کرسکتیں بلکہ اس کے برعکس وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتی ہیں۔ کیا اب ہمیں اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ پارلیمنٹ میں ہماری دین دار اور پرہیزگار قسم کی عورتیں بھی ہونی چاہییں تاکہ وہ ایک طرف مسلم عورتوں کے مسائل کو اسلام کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کرسکیں اور دوسری طرف پوری مسلم امت کے مفاد میں کام کرسکیں۔ ذرا غور کیجئے کہ ایک مسلم عورت اپنی ذاتی ضروریات کی تکمیل کے لیے گھر سے باہر نکل سکتی ہے، بازار جاسکتی ہے اور سفر کرسکتی ہے تو پوری مسلم قوم کے مفاد کے لیے گھر سے باہر کیوں نہیں نکل سکتی؟

2۔ بعض لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ سیاسی سرگرمیوں میں مسلم عورتوں کی شرکت کی وجہ سے مختلف فتنے جنم لے سکتے ہیں۔ مثلاً بے پردگی، مردوں سے اختلاط اور کبھی مردوں کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا وغیرہ۔ چونکہ یہ چیزیں حرام ہیں اس لیے سیاسی سرگرمیاں بھی حرام ہیں۔

یہ دلیل بھی کوئی ٹھوس دلیل نہیں ہے۔ یہ تو محض اندیشے اور حد درجہ احتیاط والی بات ہوئی اور تجربات نے ثابت کردیا ہے کہ اندیشوں اور حد درجہ احتیاط کے چکر میں پڑ کر مسلم امت نے اپنا بڑا نقصان کیا ہے۔ اس طرح کے اندیشے فتنوں کو دبانے کے بجائے انھیں اُبھارتے ہیں۔

اگر ہم اپنی عورتوں کو ووٹ دینے کے حق سے محروم کردیں گے تو مسلمانوں کا بہت سارا قیمتی ووٹ ضائع ہوجائے گا۔ جو اگر استعمال ہوتا تو شاید پارلیمنٹ میں کوئی اچھا مسلمان منتخب ہوکر جاتا اور مسلمانوں کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرتا۔ اسی طرح اگر ہم اپنی عورتوں کو الیکشن لڑنے اور پارلیمنٹ کی ممبر بننے سے روک دیں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پارلیمنٹ میں وہ عورتیں جائیں گی جنھیں دین اور مذہب سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور وہ عورتوں کے لیے ایسے قوانین نافذ کرنے کی کوشش کریں گی، جو اسلام کے خلاف ہیں۔ کیا آپ محسوس نہیں کرتے کہ پارلیمنٹ میں ہمارے مرد اور ہماری عورتیں جائیں تاکہ وہ ہمارے مفاد کے لیے کام کرسکیں۔

جہاں تک فتنوں، بے پردگی اور مردوں کے ساتھ اختلاط کی بات ہے تو میں بھی ان کے حق میں نہیں ہوں لیکن ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ پردے میں رہ کر اور دوسرے اسلامی آداب کا خیال رکھتے ہوئے ہماری عورتیں سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیں۔ خصوصاً وہ عورتیں جو پختہ عمر کو پہنچ چکی ہیں اور بچوں کی تعلیم و تربیت سے فارغ ہوچکی ہیں اور پڑھی لکھی ہونے کے باوجود گھروں میں خالی بیٹھ کر اپنا قیمتی وقت برباد کررہی ہیں۔ یہ عورتیں اگر مسلمانوں کے مفاد کے لیے سیاست کے میدان میں آتی ہیں تو اس سے ایک طرف یہ فائدہ ہوگا کہ ہماری عورتوں کے مسائل اسلامی قوانین کی روشنی میں حل کیے جاسکیں گے اور دوسری طرف یہ فائدہ ہوگا کہ اس طرح ہماری عورتوں کا امیج (Image) بہتر ہوگا جو کہ فی الحال کافی خراب ہے۔

3۔ ان کی تیسری دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے:

"لَن يُفلِحَ قَومٌ وَلَّوا أَمرَهُم امرَأَةً"

"وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی جس نے عورت کو اپنا حکمراں بنایا۔"

اس حدیث میں یہ خبر دی گئی ہے کہ عورت کو حکمران بنانے والی قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی۔ اس لیے عورتوں کو کسی قسم کا سیاسی منصب عطا کرنا جائز نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر "قوامیت" عطا کی ہے نہ کہ عورتوں کو مردوں پر۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

الرِّجالُ قَوّٰمونَ عَلَى النِّساءِ بِما فَضَّلَ اللَّهُ بَعضَهُم عَلىٰ بَعضٍ وَبِما أَنفَقوا مِن أَموٰلِهِم ٣٤ ... سورة النساء

"(مرد نگہبان ہیں عورتوں پر اس لیے اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اور اس لیے کہ یہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں (یعنی نان و نفقہ کی ذمے داری مردوں پر ہے"

عورتوں کو کسی قسم کا سیاسی منصب عطا کرنے کا مطلب ہے کہ انھیں مردوں پر قوامیت عطا ہوگئی اور یہ بات اللہ کے منشا کے خلاف ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ عورتوں کو سیاسی حقوق سے محروم کرنے کے لیے مذکورہ حدیث اور مذکورہ آیت کو بطور دلیل پیش کرنا سراسر غلط ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں عورتوں کو سیاسی حقوق سے محروم کرنے کی کوئی بات نہیں کی گئی ہے۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کی جس قوامیت کا تذکرہ کیا ہے وہ محض خانگی زندگی تک محدود ہے۔ مرد صرف اپنی فیملی اور گھر کی حدود میں نگہبان کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک عورت گھر کی نگہبان نہیں ہوسکتی اور اس کی وجہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی کہ مرد ہی پر نان و نفقہ کی ذمے داری عائد ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ نان و نفقہ کی ذمے داری والی بات صرف گھر ہی تک محدود ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کی جس قوامیت کا اللہ نے ذکر کیا ہے، وہ

صرف گھر تک محدود ہے۔ مرد اپنے گھر کے حدود میں قوام ہوتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مرد اپنی قوامیت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی من مانی کرتا پھرے۔ کیونکہ قرآن کی دوسری آیتوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے ثابت ہے کہ اس قوامیت کے باجود شوہر کو گھریلو معاملات میں اپنی بیوی سے مشورے کی تائید کی گئی ہے۔ اس لیے اس آیت سے یہ ثابت کرنا بالکل غلط ہے کہ عورتوں کو سیاسی منصب عطا کرنا جائز نہیں ہے۔

رہی وہ حدیث جس میں یہ خبر دی گئی ہے کہ عورتوں کو حکمراں بنانے والی قوم کامیاب نہیں ہوسکتی تو اس میں جس چیز سے خبردار کیا گیا ہے۔ وہ ہے عورتوں کی "ولایت" ایسی حکمرانی جس میں حکمران تمام سیاہ وسپید کا مالک ہوتا ہے اور جسے ہم مطلق العنان حکمراں کہتے ہیں۔

حدیث کا سیاق وسباق یہ ہے کہ کسریٰ کی موت کے بعد اہل فارس نے اس کی بیٹی کو اپنا حکمران بنالیا تھا۔ اہل فارس کے کسریٰ کس قسم کے مطلق العنان حکمراں ہوا کرتے تھے، سبھی جانتے ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قوم اس طرح کی مطلق العنانی عورتوں کو سونپے گی وہ کامیاب نہیں ہوسکتی۔

آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ دورحاضر میں جب کہ جمہوریت کا دوردورہ ہے کوئی صدر یا وزیر اعظم یا کسی قسم کا سیاسی اہلکار نہ مطلق العنان ہوتا ہے اور نہ ہی ملک کا سیاہ وسپید اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ صدر ہو یا وزیر اعظم حکومت چلانے کے لیے یہ سب اپنے وزراء اور عوام سے باہمی مشورے کرتے ہیں۔ حکومت پر فائز لوگوں کو ہر آن مخالف سیاسی پارٹی کی مخالفت کا سامنا ہوتا ہے۔ یعنی دور حاضر میں بڑے سے بڑا سیاسی منصب مطلق العنانیت نہیں عطا کرتا ہے۔ اس لیے اس حدیث کی بنیاد پر عورتوں کو سیاسی حقوق سے محروم کردینا صحیح نہیں ہے۔

علاوہ ازیں بعض علمائے کرام اس حدیث کو صرف کسریٰ کی بیٹی کے ساتھ خاص مانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات صرف اہل فارس اور کسریٰ کی بیٹی کے سلسلے میں فرمائی ہے۔ یہ کوئی عمومی بات نہیں ہے کہ جب جب عورتیں حکمراں بنیں گی۔ تب تب قوم تباہ وبرباد ہوگی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تاریخ میں بے شمار ایسی حکمراں عورتوں کے واقعات درج ہیں۔ جنھوں نے مردوں سے زیادہ حسن وخوبی سے حکومت کی اور اپنی قوم کو فلاح وبہبود سے ہمکنار کیا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری حکمراں عورتوں کے لیے یہ بات کہی ہوتی تو تاریخ میں اس طرح کی کامیاب حکمران عورتوں کے واقعات درج نہیں ہوتے۔ قرآن نے بھی ایک ایسی حکمراں عورت یعنی ملکہ سبا بلقیس کا واقعہ تعریف وتوصیف میں بیان کیا ہے۔ ملکہ سبا بلقیس نے کمال حکمت ودانائی کے ساتھ حکومت کی اور سلیمان علیہ السلام کے ساتھ دانشورانہ معاملہ کیا حتیٰ کہ اس نے اسلام قبول کرلیا اور اپنی قوم کو تباہی وبربادی سے بچالیا۔ یہ حکمراں عورت اپنی قوم کے لیے باعث تباہی نہیں بلکہ باعث فلاح ثابت ہوئی۔

ان دلیلوں کے علاوہ کچھ عقلی دلیلیں بھی پیش کی جاتی ہیں مثلاً یہ کہ عورتوں کے اندر جذباتیت زیادہ ہوتی ہے اس لیے وہ کسی اہم سیاسی منصب کے لیے موزوں نہیں ہوسکتیں۔ عورتیں صرف انھی کاموں کے لیے موزوں ہیں جو عورتوں سے متعلق ہیں مثلاً بچے پیدا کرنا، ان کی پرورش کرنا اور امور خانہ داری سنبھالنا وغیرہ۔ اس طرح کہ دلیل پش کرنے والے بھول جاتے ہیں کہ ایسی جذباتیت صرف عورتوں میں نہیں بلکہ بہت سارے مردوں میں بھی ہوتی ہے۔ مرد بھی جذباتی ہوتے ہیں اور جذباتی انداز میں فیصلے کرتے ہیں اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

آپ نے دیکھ لیا کہ عورتوں کو سیاسی سرگرمیوں سے روکنے کے لیے ایک بھی ایسی دلیل نہیں ہے جسے واضح اور دوٹوک کہا جاسکے۔ بلکہ یہ بات اسلام کی عمومی تعلیمات کے خلاف ہے کہ عورتوں کو سیاسی سرگرمیوں سے کلیتہً روک دیا جائے۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ عورتوں کی سیاسی سرگرمیوں کو ناجائز قرار دینے کے لیے قرآن وحدیث میں کسی دلیل کا نہ ہونا بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے لیے سیاسی سرگرمیاں جائز ہیں۔ کیونکہ اگر یہ بات ناجائز ہوتی تو قرآن وحدیث میں اس کا ذکر لازما ہوتا۔

آج کے جمہوری دور میں کسی وزیر اعظم، وزیر، پارلیمانی ممبر یا کسی بھی منصب پر فائز شخص کی ذمے داریوں کا ایک بڑا حصہ یہ ہوتا ہے کہ حکومت کے کاموں کی نگرانی کی جائے عوام کی فلاح وبہبود کے لیے کام کیا جائے۔ معاشرے میں جرائم اور فسادات کی روک تھام کی جائے اور اربابِ حکومت کو حکومت چلانے کے لیے مفید مشورے دیے جائیں۔ اور یہ سارے کام اور ذمہ داریاں وہی ہیں جنھیں قرآن اپنی زبان میں "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کہتا ہے۔ اور حدیث میں ان کے لیے اس طرح کے الفاظ ہیں "الدین النصیحۃ" "دین نام ہے لوگوں کے لیے خیر خواہی کا" ان ذمے داریوں کو انجام دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یکساں طور پر مردوں اور عورتوں دونوں کو مخاطب کیا ہے:

وَالمُؤمِنونَ وَالمُؤمِناتُ بَعضُهُم أَولِياءُ بَعضٍ يَأمُرونَ بِالمَعروفِ وَيَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ   ٧١ ... سورۃ التوبۃ

"مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار اور رفیق ہیں۔ یہ سب مل کر بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برُائی سے روکتے ہیں۔"

اور تاریخ گواہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ عنھم اجمعین کے عہد میں مردوں اور عورتوں دونوں نے مل کر یہ ذمے داریاں نبھائی ہیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے سیاسی مشورے کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مشوروں پر عمل کیا اور اس کے اچھے نتائج سامنے آئے۔ یہ واقعہ بھی سب جانتے ہیں کہ مسجد میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دے رہے تھے۔ کسی غلطی پر ایک عورت نے بھرے مجمع میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ٹوکا۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور فرمایا:

"(أصابت إمرأة وأخطأ عمر (رضی اللہ عنہ"

"عورت نے صحیح کہا اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے غلطی ہوگئی"

اس طرح کی بے شمار مثالیں تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔

جب انفرادی طور پر عورت کو سیاسی مشورے دینے اور سیاسی محاسبہ کا حق حاصل ہے تو اجتماعی حالات میں اسے حق سے محروم کردینے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ عورت اگر باصلاحیت اور اس قابل ہے کہ معاشرہ میں لوگوں کی خیر خواہی کے لیے بہتر طریقہ سے اپنی ذمے داریاں نبھا سکتی ہے تو اسے اس کا موقع ملنا چاہیے کہ وہ اپنی صلاحیتوں سے لوگوں کو فائدہ پہنچاسکے۔ اور وہ اس بات کی حقدار ہے کہ اسے کوئی سیاسی یا غیر سیاسی منصب عطا کیا جائے۔ چنانچہ ان ہی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خاتون حضرت الشفاء بنت عبداللہ العدویہ کو بازار کا نگراں اور محاسب مقرر کیا تھا۔ دور حاضر کے لحاظ سے اس منصب کو ایک اعلیٰ عوامی منصب کے طور پر تصور کیا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ اگر ہم نے کسی عورت کی صلاحیتوں کو لوگوں کے فائدے کے لیے استعمال نہیں کیا اور یہ عورت یوں ہی گھر میں بیٹھ کر اپنا قیمتی وقت برباد کرتی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ

ہم نے اس عورت کو خداداد صلاحیتوں کو ضائع کردیا اور یہ بات کسی صورت میں قابل قبول نہیں ہوسکتی ہے ۔

سب سے زیادہ خطرناک اور افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ دین دار اور باصلاحیت خواتین کو ہم ہر قسم کے سیاسی اور غیر سیاسی منصب کو حاصل کرنے سے روک دیتے ہیں ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان مناصب پر غیر دین دار اور مغرب پرست عورتیں فائز ہوجاتی ہیں جن کے کام کرنے کا ڈھنگ بالکل غیر اسلامی ہوتا ہے اور پالیسیوں کے نفاذ میں انھیں اسلامی احکام کا ذرہ برابر خیال نہیں ہوتا ہے ۔ کیا اچھا ہوتا کہ ان مناصب پر ہماری دین داری اور باصلاحیت عورتیں فائز ہوتیں تاکہ اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں کام کرتیں اور ایسے قوانین بناتیں جن سے اسلام کی اشاعت میں مدد ملتی ۔

۔اس سلسلے میں ایران کی پارلیمنٹ ایک روشن خیال ہے ،جہاں عورتیں پردے میں رہتے ہوئے اور مکمل اسلامی آداب کا لحاظ کرتے ہوئے پارلیمنٹ کی ممبر بن ہوئی ہیں ۔ اور ملک کی تعمیر وترقی میں اپنے حصہ کا کردار ادا[1] کررہی ہیں ۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاوی یوسف القرضاوی

عورت اور خاندان، جلد:2، صفحہ:182

محدث فتویٰ